Gohar e tehqeeq گوہر تحقیق
گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاول پور

Year 2024; Vol 03 (Issue 01)

PP. 174-197 https://journals.gscwu.edu.pk/

ڈاکٹر حمیرا اکرم

اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین، دبئ محل روڈ، بہاول پور

ڈاکٹر محمد عبید اللہ

اسسٹنٹ پروفیسر، دی اسلامیہ یونی ورسٹی، بہاول نگر کیمپس

ثمینہ صدف

پی ایچ ڈی سکالر، دی اسلامیہ یونی ورسٹی آف بہاول پور

Dr. Humaira Akram

Assistant Professor, Government Graduate College for Women, Dubai Mahal Road, Bahawalpur

Dr. Muhammad Obaid Ullah

Assistant Professor, The Islamia University, Bahawalnagar Campus

Samina Sadaf

PhD Scholar, The Islamia University of Bahawalpur

”مدارِ نارسائی میں“ از سید مبارک شاہ اور صنعتِ تجنیس

“Madar e Narasai mein” by Sayed Mubarak Shah and Alliteration

Abstract:

Alliteration is an important and rare poetic device being used by poets for the creation of musical connotation and harmonious effect to their creations. It sounds very pleasantly when it is read loudly. It is not the requisite part of poetry but alliteration adds some extra beauty to poetic verses. Compared to English, Urdu poets have used this poetic device in many innovative ways and have been very successful. Urdu poets also used this poetic device for the expression of their artistic and poetic abilities that as result dozens of types of Sanate Tajnis have come into being. Application of Sanat e Tajness is found more or less in every poet. Syed Mubarak Shah is one of the renowned poets of present era who used this poetic device very aptly and effectively that not only does it sound good to the ears, but also

adds to the meaning immensely. He has used this poetic device so often that it would require a separate dissertation to cover it, so only his one poetic collection i.e. 'Madar e Narsai Mein' is reviewed here.

Keywords: Alliteration, Verbal Connotation, Verbal Harmony، Technical beauties, intellectual beauties, Sound harmony, Poetic concession, Poetic devices, metaphor & similes, Poetic devices،

سیّد مبارک شاہ عصرِ حاضر کے اہم اور جدید شاعر تھے۔ اب تک اُن کے چار شعری مجموعے "جنگل گمان کے"، "ہم اپنی ذات کے کافر"، "مدارِنارسائی میں" اور "دستک زمین پر" منظرِ عام پر آچکے ہیں۔اس کے علاوہ ایک سفر نامہ "برگد کی دھوپ" بھی شائع ہو چکا ہے۔ حال ہی میں اُنکے کلام کا کلیات بھی "کلیاتِ سیّد مبارک شاہ" کے نام سے سامنے آیا ہے۔

مبارک شاہ ایک روایتی شاعر نہیں ہے۔ اُن کے کلام میں مفکرانہ نظریات اُن کو ایک اہم شاعر ثابت کرتے ہیں۔ لیکن بڑی شاعری محض افکار و نظریات کی بنا پر بڑی نہیں کہلا سکتی بلکہ کلام کی فنی خوبیاں بھی ساتھ مل کر بڑے شاعر کے کلام کو ظاہری اور باطنی حسن عطا کرتی ہیں۔ فن کی اہمیت کا اندازہ قرآن پاک کی اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے جس میں یہ چیلنج کیا گیا ہے کہ تم اس جیسی ایک آیت بنا کے دکھاؤ۔ قرآن کا یہ چیلنج محض فکر کے حوالے سے نہیں بلکہ فن کے حوالے سے بھی ہے۔اسی طرح اقبال جسے معجزۂ فن کہتے ہیں اُس کی نمود بھی فکر کے پہلو بہ پہلو فن سے بھی علاقہ رکھتی ہے۔ چنانچہ سیّد مبارک شاہ کی فکر ہی اُنہیں بڑا شاعر نہیں منواتی ،اُن کے کلام کے فنّی محاسن بھی اس امر کا بیّن ثبوت ہیں کہ وہ واقعی بڑے شاعر ہیں۔

فکر اور فن کو جسم اور روح ،الفاظ اور معنی کی علامات سے سمجھا جاسکتا ہے یعنی کلام کے معنی کا تعلق فکر سے ہے تو الفاظ کا تعلق کلام کے فن سے ہے اور کلام میں ان کا باہمی ربط اور تناسب ہی اُس فن پارے کے حسن کا ضامن ہوتا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو مبارک شاہ کا کلام فکری لحاظ سے جہاں تمام اہلِ نظر کو متاثر کرنے اور انہیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے وہیں وہ تمام اہلِ ذوق کے لیے فنی لوازم کے اعتبار سے خاصے کی چیز بھی ثابت ہوتا ہے۔۔۔۔اِس مختصر مقالے میں ان کے کلام کے فکری عناصر سے بحث نہیں، بلکہ ان کے کلام میں موجود صنعتِ تجنیس سے ہے۔ صنعتِ تجنیس کا تعلق علمِ بدیع سے ہے۔ بدیع عربی کی صفت مذکر ہے جس کے لغوی معنی انوکھا، نادر، نیا یا نو ایجاد چیز کے ہیں۔ اصطلاحی معنوں میں بدیع، علومِ شعریہ کی وہ قسم ہے جس میں کسی فن پارے کی لفظی اور معنوی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔

نجم الغنی کے مطابق:

"اس علم کا موجد عبداللہ بن المعتز(۲۴۷ـ۲۹۶ھ) کو مانا جاتا ہے۔ اس نے ۲۷۴ھ میں عربی زبان و ادب پر تحقیق کر کے کل سترہ صنائع لفظی و معنوی لکھیں اور اس کے قواعد اختراع کر کے اسے ایک علم قرار دیا۔"[1]

یہاں دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ پہلی یہ کہ کسی کلام میں لفظی و معنوی خوبیوں کی پرکھ سے پہلے اس کلام کا فصیح و بلیغ ہونا یقینی ہو، کیونکہ محسناتِ شعری کسی فن پارے کے حسن و خوبی کی مزید تزئین و آرائش تو کرتے ہیں، جزوِ کلام نہیں ہوتے۔ دوسرا یہ کہ کلام میں صنائع لفظی و معنوی کا استعمال جتنا غیر شعوری اور بے اختیاری ہو گا اتنی ہی کلام کی تاثیر بڑھائے گا، ورنہ فن پارہ محض لفظی شعبدہ بازی بن کے رہ جائے گا۔ مبارک شاہ کے کلام میں صنعتِ تجنیس کو پرکھنے سے قبل ضروری ہے کہ پہلے یہ جانا جائے کہ صنعتِ تجنیس کیا ہے اور ان کے کلام میں محض اِس ایک صنعت ہی کی پرکھ کیوں؟ صنعتِ تجنیس کی جامع تعریف یوں ہے:

"جب کسی عبارت یا شعر میں دو الفاظ ایسے استعمال ہوں جو نوعیت، تلفظ، طرزِ تحریر کسی ایک زاویے سے مشابہ ہوں اور دوسرے زاویے یا معنی سے مختلف۔"[2]

یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اس صنعت کی مثالیں کسی ایک شاعر کے ہاں کثرت سے نہیں ملتیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس صنعت کا کثرت سے استعمال عموماً تصنع اور بناوٹ کا موجب بنتا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں مبارک شاہ کے کلام میں اس صنعت کا اتنی کثرت سے اور اس قدر بے ساختہ استعمال قاری کو متوجہ بھی کرتا ہے اور یہ سوچنے پر اُکساتا ہے کہ یہ کوئی خصوصی ودیعت کردہ صلاحیت ہے یا پھر کسی خاص صورتِ حال کا ردِّ عمل؟

تجنیس کے لغوی معنی ہیں:

"ہم جنس ہونا، ایک جیسا، ایک قبیل سے، (علم بدیع) مختلف مفہوم کے الفاظ کا ایک املاء، ایک جیسا ہونا۔ (ریاضی) مختلف طرح کی رقموں کو ایک زمرے میں لے آنا۔"[3]

کسی بھی لفظ کے لغوی اور اصطلاحی معنوں میں خواہ کتنا ہی فرق ہو ان میں ایک خاص معنوی نسبت ضرور ہوتی ہے اور یہی نسبت ہی مبارک شاہ کے کلام میں صنعتِ تجنیس کی کثرت کا سبب نظر آتی ہے۔ مبارک شاہ آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ محمد ارشد ان کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"اگرچہ وہ بچپن میں ریاضی اور قرآن پاک میں کمزور تھے لیکن بعد ازاں انہی دو مضامین سے ان کی زندگی کے شب و روز وابستہ ہو گئے"[4]

ہم کہہ سکتے ہیں کہ ساری زندگی ہندسوں سے کھیلنے کے عمل نے ان کے شعور کو خاصا متاثر کیا ہے کیونکہ ان کے کلام میں جابجا ریاضی سے وابستگی کا ثبوت مل جاتا ہے۔ مثلاً ان کی یہ نظم "پڑتال" ملاحظہ ہو:

ساری عمر کے سارے دکھ اور سارے سکھ اکٹھے کر کے
دکھ سکھ سے تفریق کرو تو
حاصل زندہ رہنا ہو گا
حاصل جو اثبات نہیں ہے
پھر بھی کوئی بات نہیں ہے
جس نے کھیل سمجھ کر ہارا اس کے حصے مات نہیں ہے [مدارِ نارسائی میں، ص95]

ان کی بہت سی نظمیں اور اشعار ایسے ہیں جن میں وہ اعداد و شمار کی روشنی میں بات کرتے ہیں۔ ان کا اندازِ بیان بڑا کیلکولیٹڈ (Calculated) ہے۔ وہ اپنے تجربات اور مشاہدات کو حتمی انداز میں پیش کرتے ہیں، جیسے وہ انہیں جمع، تفریق ،ضرب اور تقسیم کے تمام مراحل سے گزار کر کسی خاص نتیجے پر پہنچ چکے ہوں۔ ان کی نظمیں "ڈرائنگ روم"، "ارتقاء" ، "مدارِ نارسائی میں" اور "مگر ہم نے بتانا ہے" ان کے اسی Calculated انداز کا ثبوت ہیں۔ ان کے علاوہ اُن کی غزلیات کے یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

ے جب تک کہ کل زیاں کو کمایا نہ جائے گا
گھاٹے کی اس دکاں کو بڑھایا نہ جائے گا [مدارِ نارسائی میں، ص 194]

☆☆☆☆

ے سوال یہ ہے کہ ان ستاروں بھرے خلاؤں کو چھوڑ کر وہ
زمیں پہ توڑے گا جب قیامت تو اس زمیں کو کہاں دھرے گا [مدارِ نارسائی میں، ص58]

☆☆☆☆

؎ الف اور لام اور میم نے مل کر
کیسا الم تخلیق کیا ہے [مدارِ نا رسائی میں ، ص 120]

ان کے مزاج میں رچی بسی اس ریاضی دانی نے انہیں الفاظ و محاورات سے بھی ہندسوں کی طرح نپے تلے انداز سے کھیلنے کا ہنر بھی عطا کیا ہے اور شاید اسی لیے حرف و لفظ کی جمع تفریق سے متعلق یہ صنعت ان کے کلام میں جابجا جلو نما ہے۔کلامِ مبارک شاہ میں صنعتِ تجنیس کی مختلف اقسام کی عمل آرائی کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہو گا کہ صنعتِ تجنیس کی مختلف اقسام کا اجمالی خاکہ پیش کر دیا جائے تا کہ کلامِ مبارک شاہ میں اِس صنعت کی نشان دہی بہتر انداز سے ہو سکے۔

تجنیس کی اقسام: تجنیس کی بہت سی اقسام ہیں جن میں سے کچھ غیر مستعمل ہیں۔اقسام یہ ہیں:

1۔ **تجنیسِ تام:** جب کلام میں دو ایسے الفاظ جو حروف کی ترتیب اور تلفظ میں بالکل یکساں مگر معنی میں مختلف ہوں تو اسے تجنیسِ تام کہتے ہیں۔اس کی دو قسمیں ہیں:

(الف) تجنیس تام متماثل:

جب الفاظ متجانس اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک جیسے ہوں، یعنی دونوں اسم ہوں یا دونوں فعل ہوں۔

(ب) تجنیسِ مستوفیٰ:

اگر الفاظ متجانس مختلف یعنی ایک اِسم اور دوسرا فعل یا ایک اسم اور دوسرا حرف ہو تو وہ تجنیسِ تام مستوفیٰ کہلائے گا۔

اب ہم "مدارِ نارسائی میں" اس کی مثالیں دیکھتے ہیں:

؎ دیکھ صورت دیکھنے کی اور ہی صورت کوئی
زنگ خوردہ سنگ پر کیا انحصارِ عکس ہے [مدارِ نارسائی میں، ص 196]

صورت بمعنی شکل۔صورت بمعنی سبب۔

؎ جہاں تک یہ جہاں سمجھا گیا ہے
وہاں تک رائیگاں سمجھا گیا ہے [مدارِ نا رسائی میں ، ص197]

"جہاں" جس جگہ یا مقام، "جہاں" جس دنیا، کائنات۔

نظموں میں:

☆ ۔۔۔۔۔اپنے حصے کی ساری لذت کشید کرکے

تمام کلفت تمام کرکے [مدارِنارسائی میں، ص168]

("تمام" بمعنی مکمل، سب، اور "تمام کرنا" محاورہ بہ معنی اختتام۔)

☆ ۔۔۔۔۔اور دلوں میں دفعتاً

پستی کو سر کرنے کی خواہش سر اُٹھاتی ہے تو۔۔۔ [مدارِنارسائی میں، ص170]

("سر" بہ معنی سر کرنا اور "سر" بہ معنی سر اُٹھانا۔ محاورے)

☆ ۔۔۔۔۔کوئی زبان کو قلم بھی کرلے تو کیا کرے گا

ابھی تو ہم نے قلم کے ہونٹوں کو کاٹا ہے۔۔۔۔۔[مدارِنارسائی میں، ص177]

("قلم" اسم اور "قلم کرنا" محاورہ۔

☆ ۔۔۔۔۔وہ جب اپنے گھر سے روانہ ہُوا تھا

تو دل کو جکڑتی نگاہِ پدر

اپنے صحرا کی دامن پکڑتی ہَوا۔۔۔۔۔[مدارِنارسائی میں، ص1167] ("ہُوا" فعل

اور "ہَوا" اسم)

☆ ۔۔۔۔۔مقدّر میں تدّبر کی یہی ساعت تو سیّارے کے بس میں ہے

مدارِنارسائی میں

یہی اک بے بسی بس دسترس میں ہے[مدارِنارسائی میں، ص177]

("بس" بمعنی قابو (اسم) اور "بس" بمعنی صرف (حرف)

☆ ۔۔۔۔۔یہ مرگ بردوش خوں کس کی تخلیق ہے

جس نے میری سبھی آرزوؤں کا خوں کر دیا ہے[مدارِنارسائی میں، ص52] ("خوں" بمعنی لہو (اسم) اور "خوں" بمعنی قتل، (فعل)

تجنیسِ خطی:

جب دوالفاظ کے حروف شکل میں تو ایک جیسے نظر آئیں مگران کے نقاط اور حرکات وسکنات میں فرق ہو۔ مثلاً جنگ اور چنگ، بھرا اور پتھر وغیرہ۔ فراز کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے:

لباسِ دار نے منصب نیا دیا ہے اُسے
وہ آدمی تھا مسیحا بنا دیا ہے اُسے [5]

"نیا" اور "بنا" میں تجنیسِ خطی ہے۔

"مدارِ نارسائی میں" بھی اس صنعت کی کئی مثالیں ملتی ہیں:

کسی بُت کدے کا نہ دَر کھلا نہ کلیدِ بابِ حرم ملی
کہیں سوزِ دوزخِ بے اماں نہ امانِ کُنجِ اِرم ملی [مدارِ نا رسائی میں ، ص 36]

"اماں" اور "امان" میں تجنیسِ خطی ہے۔ جنگل گمان کے۔

نظموں میں تجنیسِ خطی:

☆ ۔۔۔۔۔اس گرتے بوجھ کو ڈھونے سے
اِس جھوٹے ہنسنے رونے سے
اِس دھند میں آنکھیں دھونے سے۔۔۔۔۔ [مدارِ نارسائی میں، ص18]

("ڈھونے" اور "دھونے" میں تجنیسِ خطی ہے۔"

☆ ۔۔۔۔۔جو لمحے لمحے میں خلیہ خلیہ بدل رہا ہے
ہمارا حلیہ بدل رہا ہے۔۔۔۔۔ [مدارِ نارسائی میں، ص32]

("خلیہ" اور "حلیہ" میں تجنیسِ خطی ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔جہاں خدائی کی دسترس سے پرے خدا کے
بڑے اثاثے پڑے ہوئے ہیں [مدارِ نارسائی میں ص52])

"پرے"، "بڑے" اور "پڑے" میں تجنیسِ خطی ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔یہاں ایسا بھی ہوتا ہے
مسافر ایک قطرے کو ترس جائے
اور اس لمحے سرابوں سے بھرا بادل
نشیبوں میں برس جائے۔۔۔۔۔[مدارِنارسائی میں ص72-73]("ترس" اور "برس" میں تجنیسِ خطی ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔کچھ لوگ کہیں اس منزل پر ہم راہ بھٹک کر آئے ہیں
ہم کہتے ہیں ان رستوں کو ہم چھان پھٹک کر آئے ہیں[مدارِنارسائی میں ص105]
("بھٹک" اور "پھٹک" میں تجنیسِ خطی ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔یہ دنیا کے سرکش پہاڑوں کا خطہ
کہ دھرتی کے ماتھے پہ بل ہیں
ہم اس پل نگاہوں کو نیچے گرا کر۔۔۔۔۔[مدارِنارسائی میں ص146]
("بل" اور "پل" میں تجنیسِ خطی ہے۔)

☆ کب وجودیت سے ہٹ کر ہے تجھے تیرا وجود
کب نمو سے کٹ کے رہتی ہے نگاہوں میں نمود[مدارِنارسائی میں ص148]
("کب" اور "کٹ" "تجنیسِ خطی ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔وہ دور کب کا گزر چکا ہے
کہ نیل ساحل کہ بستیوں کے
گنوار پن سے کنوار پن کا خراج لیتا۔۔۔۔۔[مدارِنارسائی میں ص207] ("گنوار پن"، "کنوار پن")

☆ اگر یہ ساحل نگل گیا تو
حدوں سے اپنی نکل گیا تو[مدارِنارسائی میں ص207] ("نکل" اور "نگل" میں تجنیس خطی ہے۔)

تجنیسِ زائدہ وناقص:

جب دو متجانس الفاظ میں سے ایک لفظ میں کوئی حرف زیادہ اور دوسرے میں کم ہو تو یہ صنعت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

الف: جب کوئی حرف کسی لفظ کی ابتدا میں زیادہ یا کم ہو۔

ب:جب کوئی حرف کسی لفظ کے درمیان میں زیادہ یا کم ہو۔

ج:جب کوئی حرف کسی لفظ کے آخر میں زیادہ یا کم ہو۔

الف):جب کوئی حرف کسی لفظ کی ابتدا میں زیادہ یا کم ہو۔

انور مسعودؔ کا یہ شعر دیکھیے:

ے اس گھڑی کا خوف لازم ہے کہ انورؔ جس گھڑی
دھر لیے جائیں گے سب اور سب دھرا رہ جائے گا

"دھر"اور"دھرا"میں حرف"ا"کا زاید اور کم ہونا یہی صنعت پیدا کر رہا ہے۔

مبارک شاہ کے کلام میں اس صنعت کی مثالیں ملتی ہیں:

ے یہ طلسمِ نقشِ جمال اپنی جگہ پہ ہے
مگر آہ! اس کا مآل اپنی جگہ پہ ہے [مدارِ نارسائی میں ص196]

"جمال"اور"مال"

نظموں میں:

☆ ۔۔۔۔۔تہہ خانے اور بالا خانے
زر کی کانیں اور دکانیں[مدارِنارسائی میں ص54] ("کانیں"اور"دکانیں"میں یہ صنعت ہے۔)

☆ اجارہ کر لیا جائے محبت کی معیشت پر
کہ سارا اپنے حصّے میں خسارا کر لیا جائے[مدارِنارسائی میں ص84]("سارا"اور"خسارا"سے یہ صنعت ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔عمودی فاصلے
اُفقی مسافت کی طوالت سے نہیں گھٹتے
یہاں رستوں کے ہٹنے سے
ہٹاؤ تو نہیں ہٹتے۔۔۔۔۔[مدارِنارسائی میں ص72] ("گھٹتے"اور"ہٹتے"میں یہ صنعت ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔برف کی سل، شامیانے

غسل کا سامان، لٹّھا، بوتلیں، کافور کی۔۔۔۔۔[مدارِنارسائی میں ص76] (''سل''اور''غسل''میں یہ صنعت ہے۔ب): جب کوئی حرف کسی لفظ کے درمیان میں زیادہ یا کم ہو۔مثلاً فرآز کے اس شعر میں:

ہوس ہو یا وفا ہو بات محرومی کی ہے
لوگ تو پھل پھول دیکھیں گے شجر دیکھے گا کون [6]

(''پھل''اور''پھول''کے''و''کا زاید یا کم ہونا یہ صنعت پیدا کر رہا ہے۔)

مبارک شاہ کے کلام میں بھی اس صنعت کی مثالیں ملتی ہیں:

آنکھ میں گر تاب و تب کچھ اور ہے
جاگ تھوڑی دیر شب کچھ اور ہے [مدارِ نارسائی میں ص109]

''تب''اور''تاب''میں''ا''کا زاید یا کم ہونا یہ صنعت پیدا کر رہا ہے۔

ہے کام بہت سارا اور وقت بھی کم باقی
جس طرح زمانوں میں کچھ دیر کو ہم باقی [مدارِ نارسائی میں ص141]

''کم''اور کام''میں''ا''کا زاید یا کم ہونا یہ صنعت پیدا کر رہا ہے۔

کھلتے پھول اور کھیلتے بچے
دیکھ کے کتنا ڈر لگتا ہے [مدارِ نارسائی میں ص119]

''کھلتے''اور کھیلتے''میں یہ صنعت ملتی ہے۔

کسی معدوم کی تردید کیسی
یہ کیسے لا الہ کا سلسلہ ہے [مدارِ نارسائی میں ص190]

''کی''اور''کسی''میں''کسی''اور''کیسی''کے الفاظ سے یہ صنعت پیدا ہو رہی ہے۔

نظموں میں:

☆ ۔۔۔۔۔ذرااسے آنکھ کے نم سے تمہارا غم بہاڈالوں

تو رونا بھی روا ہو گا۔۔۔۔۔[مدارِنارسائی میں ص135]("رونا" اور "روا" میں حرف "ن" کے زاید یا کم ہونے سے یہ صنعت پیدا ہوئی ہے۔)

☆ دم دم اپنا دیس بدل کر

پل پل اپنا بھیس بدل کر

پہلے بادل بن کر اُٹھے ("بدل" اور "بادل" میں حرف "ا" کے زاید یا کم ہونے سے یہ صنعت پیدا ہوئی۔)

☆ ۔۔۔۔۔سکاٹ لینڈ کی سیاہ مارکہ شراب کا

بھی دوسرا ہی دور تھا

کہ آئینے کا در کھلا۔۔۔۔۔[مدارِنارسائی میں ص165] ("دور" اور "در" میں یہ صنعت ہے۔)

☆ کان اذاں سے بھرنے والی

پیر دھرا جب دھرتی پر تب

عرش کو سر پہ دھرنے والی۔۔۔۔۔[مدارِنارسائی میں165] ("پیر" اور "پر" میں یہ صنعت ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔سمندروں کا بخار اُترے

خدا کے سینے کا بار اُترے[مدارِنارسائی میں ص208]

("بخار" اور "بار" میں حرف "خ" کے زاید یا کم ہونے سے یہ صنعت پیدا ہو رہی ہے۔)

ج:جب کوئی حرف کسی لفظ کے آخر میں کم یا زیادہ ہو۔ مثال کے طور پر فرؔاز کے اس شعر میں دیکھیے:

؎ جب یار نے رختِ سفر باندھا کب ضبط کا یارا اس دن تھا

جب درد نے دل کو سہلایا کیا حال ہمارا اس دن تھا [7]

("یار" اور "یارا" سے یہ صنعت پیدا ہو رہی ہے۔)

؎ مٹتا ہے بڑھ کے دائرہ حدِّ نگاہ سے

میری نمو سے کچھ نہیں نسبت نمود کو [مدارِ نارسائی میں ص56]

"نمو" اور "نمود" میں تجنیس زاید و ناقص ہے۔

نظموں میں صنعتِ تجنیس ناقص وزائد:

☆ ۔۔۔۔۔جب ہوا مسمار ہو گی اور خلائیں منہدم۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص23]

("ہوا" اور "ہو" میں تجنیسِ زاید و ناقص ہے۔)

۔۔۔۔۔ہماری راہوں میں اپنی کرنیں بکھیرتی تھیں

ہمارے نم کو نمو، نمو کو نمود دے کر

زمیں کو اپنا وجود دے کر

کہاں گئی ہیں۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص28]

("نم" اور "نمو" اور پھر "نمو" اور "نمود" میں تجنیسِ زاید و ناقص ہے۔)

☆ ۔۔۔یہ رستے چشم چشمہ بن کے پھوٹیں بھی تو کیا ہو گا۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص65] ("چشم" اور "چشمہ" سے یہ صنعت پیدا ہوئی ہے)

☆ ۔۔۔۔۔مجھے تجھ سے عمرِ فانی کا گلہ نہیں ہے لیکن

اے اسیر جاودانی! میرا جسم گل رہا ہے[مدارِ نارسائی میں ص129]

("گلہ" اور "گل" میں تجنیس زاید و ناقص ہے۔)

☆ ۔۔۔کب وجودیت سے ہٹ کر ہے تجھے تیرا وجود

☆ کب نمو سے کٹ کے رہتی ہے نگاہوں میں نمود[مدارِ نارسائی میں ص148]

("نمو" اور "نمود" میں تجنیسِ زاید و ناقص ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔جنہوں نے ایک پل رُکنا تو کیا تم کو پلٹ کر بھی نہیں تکنا۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص172]

("پل" اور "پلٹ")

۴۔ **تجنیس محرّف:**

"دو لفظ ترتیب، نوعیّت اور شمار میں ایک جیسے ہوں مگر اعرابِ ثلاثہ میں فرق ہو تو اسے تجنیسِ محرّف کہتے ہیں۔"[8]

(بَن، بِن۔ کیا، کیا۔ تو، تو) جیسے غالب کا یہ شعر:

؎ میں بلاتا تو ہوں اس کو مگر اے جذبۂ دل
اس پہ بَن آئے کچھ ایسی کہ بِن نہ بنے

مبارک شاہ کے کلام میں اس کی مثالیں ان اشعار میں ملتی ہیں:

؎ چلو اُس کا نہیں اللہ کا احسان لیتے ہیں
وہ منت سے نہیں مانا تو منت مان لیتے ہیں [مدارِ نارسائی میں ص60]

"منت" اور "منت" میں تجنیسِ محرّف ہے۔

؎ تری کھوج زندگی ہے
تُو کبھی جو مل گیا تَو [مدارِ نارسائی میں ص 182]

"تُو" اور "تَو" میں تجنیسِ محرّف ہے۔

نظموں میں:

☆ ۔۔۔۔۔اگر تو ہے
تو تجھ کو اپنے ہونے سے بھلا کیا فرق پڑتا ہے
بُھلا کر اپنی ہستی کو وہ پل پل سوچنے والے
کہ تو ہے تو کیسا۔۔۔۔۔ [مدارِ نارسائی میں ص97]

("تَو" اور "تُو" اور "بھَلا" اور "بھُلا" دونوں میں تجنیسِ محرّف ہے۔)

☆ خبر نامے کا ساز اور فون کی گھنٹی
اکٹھے بج اُٹھے تھے اور
جتنی دیر میں، میں فون تک پہنچا۔۔۔۔۔ [مدارِ نارسائی میں ص149]

("میں" اور "میں" میں تجنیسِ محرّف ہے۔-)

۵۔ تجنیسِ مذیل:

تجنیس مذیل کو تجنیسِ زاید وناقص کا اگلا قدم سمجھا جاسکتا ہے تجنیسِ زاید و ناقص میں ایک حرف کی زیادتی یا کمی ہوتی ہے جب کہ مذیل میں الفاظِ متجانس میں دو حروف کی کمی یا زیادتی ہوتی ہے۔ مبارک شاہ کے کلام میں تجنیسِ مذیل کی دو قسمیں ملتی ہیں:

الف: جب حرف شروع میں پایا جائے۔

ب: جب حرف آخر میں پایا جائے۔

مثال کے طور پر فرؔاز کا یہ شعر:

ے دل کا قصہ یا افسانہ دار کا ہے
ہر محفل میں ذکر اُسی دلدار کا ہے

"دار" اور "دلدار" میں صنعت مذیل ہے۔

اب مبارک شاہ کے کلام میں اس صنعت کی مثالیں دیکھتے ہیں:

ے بتا کیا اُن اہلِ ایماں کی سزا رکھی ہے کیا تُو نے
خداوندا! جو تجھ کو احتیاطاً مان لیتے ہیں [60]

"ایمان"، "مان"

نظموں میں تجنیسِ مذیل:

☆ اسی دشتِ اِمکاں میں
دریائے دوراں، بہ رفتارِ پیہم
اَبد کے سمندر میں گرتا رہے گا
مگر ہم
جو دریائے دوراں کے بے نام قطرے [مدارِ نارسائی میں ص] ("پیہم"، "ہم")

☆ ـــــ۔ کسی نے تشنہ لبی میں دریا سے بے رُخی کی

کہ موج آبِ ثبات رخ کو بدل نہ جائے [مدارِنارسائی میں ص53]

("تشنہ"، "نہ")

☆ ۔۔وہ کس جہاں کی ہوس میں ہوں گے

جنہوں نے دنیا تیاگ ڈالی [مدارِنارسائی میں ص51]

("ہوں"، "جنہوں")

☆ ۔۔۔۔۔وہ کون، کیسا، کس لیے، کہاں پہ، کب سے کب تلک؟

سوالِ شش جہات کا جواب کوئی اب تلک؟ [مدارِنارسائی میں ص95]

("جواب" اور "اب")

☆ ۔۔۔۔۔تو اب بھی تمہاری گردن پر یہ سر خس سے کیسے فیتے ہیں۔۔۔۔۔ [مدارِنارسائی میں ص105]

("سے" اور "کیسے")

☆ ۔۔۔۔۔مگر سانس اور سینے میں معلق ہے

تمہارا غم بھی تم سا ہے

تعلق کی نہایت میں بھی کیسالا تعلق ہے۔۔۔۔۔ [مدارِنارسائی میں ص134]

("سانس" اور "سا")

ب) فرق آخر میں ہو:

ے دردوں نے تو زندہ رکھا

بے دردوں نے مار دیا ہے [مدارِنارسائی میں ص119]

"دردوں"، "بے دردوں"

ے میں مروّت میں مر نہیں سکتا

توڑ میرا فقط محبت ہے [مدارِ نارسائی میں ص195]

"مر"، "مروّت"

نظموں میں:

☆ ۔۔۔۔۔ہماری راہوں میں اپنی کرنیں بکھیرتیں تھیں
ہمارے نم کو نمو، نمو کو نمود دے کر
زمیں کو اپنا وجود دے کر
کہاں گئی ہیں۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص28] ("نم"، "نمود")

☆ ۔۔۔۔۔اُسی لمحے
آنگن میں پہلے سے پوشیدہ بیٹھے ہوئے فلسفی
کھیل میں آن کو دے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص44] ("آنگن"، "آن")

☆ ننگے پربت پر جم جائے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص135] ("پربت" اور "پر")

☆ کس لیے، کس طرح
کوئی ناقابلِ گفت کیفیتیں جاں پہ طاری کرے
اور اوروں پہ گزری ہوئی۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص137] ("اور"، "اوروں")

۶۔ تجنیسِ لاحق:

تجنیسِ لاحق کی جامع تعریف کچھ یوں ہے:

"جب دو الفاظ متجانس میں ایک حرف کا اختلاف ہو اور حروفِ مختلف کی طرزِ تحریر جدا جدا ہو تو ایسی تجنیس کو تجنیسِ لاحق کہتے ہیں۔"[9]

"بحر الفصاحت"[10] میں نجم الغنی اس صنعت کی تین اقسام گنواتے ہیں:

الف: جب ابتدائی حروف کا اختلاف ہو۔

ب: جب فرق درمیان میں پایا جائے۔

ج: جب آخری حروف مختلف ہوں۔

الف: جب ابتدائی حروف کا اختلاف ہو۔ جیسے فرآز کا شعر ہے:

ے سب یاروں کے ہوتے سوتے، ہم کس سے گلے مل کے روتے
کب گلیاں اپنی گلیاں تھیں، کب شہر ہمارا اس دن تھا[11]

"ہوتے"، "سوتے" اور "روتے" میں یہ صنعت ہے۔

مبارک شاہ کے کلام مکں یہ صنعت کثرت سے پائی جاتی ہے:

؎ دیکھ صورت دیکھنے کی اور ہی صورت کوئی
زنگ خوردہ سنگ پر کیا انحصارِ عکس ہے [مدارِ نارسائی میں ص81]

"زنگ" اور "سنگ" میں تجنیسِ لاحق ہے۔

؎ کچھ کرب کا باعث ہے نہ بنیادِ طرب ہے
جینے کی کوئی شکل نہ مرنے کا سبب ہے [مدارِ نارسائی میں ص 82]

"کرب"، "طرب" میں تجنیسِ لاحق ہے۔

؎ ہے کام بہت سارا اور وقت بھی کم باقی
جس طرح زمانوں میں کچھ دیر کو ہم باقی [مدارِ نارسائی میں ص114]

"کم"، "ہم" میں تجنیسِ لاحق ہے۔

؎ ترا تعلق جو آگ جنّت مثال کر دے
رہے معلق تو جنّتوں کو "وبال کر دے [مدارِ نارسائی میں ص 143]

"تعلق" اور "معلق"

نظموں میں صنعتِ تجنیسِ لاحق:

☆ ـــــ۔ان معبودوں کے ہونٹوں پر
کب ذکر ہمارے ربّ کا ہو ـــــ۔[مدارِ نارسائی میں ص19]
("کب"، "رب" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ گرد سے کتنا اٹ جاتی تھیں
میرے ماتھے سلوٹ پڑتی
تم اندر سے کٹ جاتی تھیں [مدارِ نارسائی میں ص65] ("اٹ"، "کٹ" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔کون تمہاری گرد میں بیٹھا

اپنی جان کو چھلنی کر کے

کیا مٹّی میں چھان رہا ہے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص25] ("جان"، "چھان" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆کھیت کی ساری کاشت اور اس کی داشت تو کیا

اک فیتے کو آگ دکھا کر صحرا اجاڑے جا سکتے ہیں۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص54]

("کاشت" اور "داشت" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔سائنس کے کتنے چمکتے ہمکتے کھلونے

مرے منتظر تھے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص43]

("چمکتے" اور "ہمکتے" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔حاصل زندہ رہنا ہو گا

حاصل جو اثبات نہیں ہے

پھر بھی کوئی بات نہیں ہے

جس نے کھیل سمجھ کر ہارا

اس کے حصّے مات نہیں ہے[مدارِ نارسائی میں ص54]

("بات" اور "مات" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔وہ کون، کیسا، کس لیے، کہاں پہ۔ کب سے کب تلک؟

سوالِ شش جہات کا جواب کوئی اب تلک؟۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص95]

("اب" اور "کب" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔اُن کے دستِ طلب کو جھٹکتے ہوئے

ہم بھٹکتے ہوئے

وقتِ معدوم میں لاپتہ ہو گئے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص01]

("جھٹکتے" اور "بھٹکتے" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔غبارِ نقشِ پا اُٹھا

تو جم گیا غلاف چشم و گوش پر

منزلوں کو رکھ کے اپنے دوش پر نہیں کسی کو ہوش پر۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص103]

("گوش"، "دوش" اور "ہوش" میں)

☆ ۔۔۔۔۔وہ وقت گیا جب غیروں نے تین من کے ٹکڑے نوچے تھے

وہ دن آئے جو ہم تم نے ان قتل گھوں میں سوچے تھے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص106]

("تن"، "من" "دن" اور "ان")

☆ ۔۔۔۔۔اس گھر کی خاک کا اُڑانے میں گھر والوں کا جو حصہ ہے

دو چار برس کی بات نہیں یہ نصف صدی کا قصہ ہے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص107]

("حصہ"، "قصہ")

☆ ۔۔۔۔آنچ پہ جینے لگ جاتے ہیں

غم جب سینے میں لگ جاتے ہیں

زہر کو دھیرے دھیرے پینا

مرتے لمحے عمروں جینا۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص162]

("جینے" اور "سینے"، "پینا" اور "جینا" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ جون کی آخری شب کڑا وقت ہے

پر بڑا وقت ہے[مدارِ نارسائی میں ص131] ("کڑا" اور "بڑا")

☆ ۔۔۔۔۔سوگوارانِ ہابیل کے روبرو

کوئی قابیل کی کیا وکالت کرے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص137]

("ہابیل" اور "قابیل")

☆ ۔۔۔۔۔تو دل کو جکڑتی نگاہِ پدر

اپنے صحرا کی دامن پکڑتی ہوا۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص167]

("جکڑتی" اور "پکڑتی" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔وہی لوگ ہیں وہی سوگ ہیں وہی روگ ہیں۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص173]

("لوگ"، "سوگ" اور "روگ" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔جنہوں نے ایک پل رُکنا تو کیا تم کو پلٹ کر بھی نہیں تکنا۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص172]

("رُکنا"، "تکنا" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔جتنے دریا پڑے ہوئے ہیں

بصارتوں میں گڑے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔[103] ("پڑے" اور "گڑے" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔کہ ظرفِ بحرِ عظیم جانو

نہ التفاتِ پیمبرانِ کریم مانو۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص202] ("جانو" اور "مانو" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔پرندے مسکن بدل رہے ہیں

چرندے کانٹے نگل رہے ہیں

درندے حد سے نکل رہے ہیں۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص207]

("پرندے"، "چرندے" اور "درندے")

ب)جب فرق درمیان میں:

ے خشک گارے کی جو عمارت ہے

ٹوٹ جائے تو کیا عبارت ہے [مدارِ نارسائی میں ص195]

"عمارت" اور "عبارت" میں تجنیسِ لاحق ہے۔

نظموں میں:

☆ ۔۔۔۔۔مرے مسلک کے بارے میں جو سوچا تھا

اُسے تقسیم کر ڈالا

میں جس دم اپنے ہونے پر اُتر آیا

مجھے تقسیم کر ڈالا[مدارِ نارسائی میں ص20] ("تقسیم"، "تجسیم" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔مگر ہماری نگاہ شیشے کی زنگ خوردہ چمک

سے ایسے چپک گئی ہے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص32] ("چمک"، "چپک" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔جس نے سجدہ کیا

وہ تو مسجود تھا

کون موجود تھا[مدارِ نارسائی میں ص89]

("مسجود"، "موجود" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔ستم بر کیسے بولے گا

ستم گر سے کوئی پوچھے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص63]

("ستم بر" اور "ستم گر" سے یہ صنعت پیدا ہوئی ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔جو سنّاٹا ہو سینے میں تو پھر آواز کیا شے ہے

کہ سوزِ ساز کے ہوتے صدائے ساز کیا شے ہے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص65]

("سوز" اور "ساز" میں یہ صنعت پائی جاتی ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔تغّیر کے علاقے میں

تحیّر کے اسی لمحے[مدارِ نارسائی میں ص159]

("تغّیر" اور "تحیّر" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ مدارِ نارسائی میں تعلق بھی عجب شے ہے

اگر اس کی طنابوں کا تناؤ ٹوٹ جائے تو

کوئی مرکز کے سینے میں اُتر جائے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص177]

("اگر" اور "اُتر" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔کمالِ حسن و جمال سمجھو

زمیں کا عزّ و جلال سمجھو۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص203] ("جمال" اور "جلال" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

۳۔ آخر میں فرق:

☆ ۔۔۔۔۔یہ آنسو تب نکلتے ہیں جو سکتہ ہو نہیں سکتا

نہیں میں رو نہیں سکتا۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص64]

("سکتہ" اور "سکتا" سے یہ صنعت پیدا ہوئی ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔جس کے حصّے میں اِک پائی بھی بچ گئی

بچ نہیں پائے گا۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص131]

("پائی"، "پائے" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔سرخ سورج ذرا زرد ہو جائے تو

کچھ زمیں کا بدن سرد ہو جائے تو۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص150-151]

("سرخ" اور "سرد" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔چیخ پہلی گفتگو تھی

تھم گئی تو اس سے پھوٹا قہقہہ

اور تھک کے ٹوٹا قہقہہ۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص163] ("تھم" اور "تھک" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔ایک ٹھنڈا ابخار سورج کی دھوپ اوڑھے

سلگتی دھرتی پہ چھاؤں دھرتے۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص202]

("دھرتی" اور "دھرتے" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

☆ ۔۔۔۔۔لمحہ لمحہ ڈس رہا ہے ایک ہی لمحے کا ڈر

زندگی کو کھا گیا ہے ایک دن مرنے کا ڈر۔۔۔۔۔[مدارِ نارسائی میں ص55]

("ڈس" اور "ڈر" میں تجنیسِ لاحق ہے۔)

تجنیسِ قلب:

جب دو الفاظ حروف نوعیّت اور تعداد کے اعتبار سے ایک جیسے ہوں لیکن ترتیب کے لحاظ سے ان میں اختلاف پایا جائے، یعنی الفاظ میں حروف کی ترتیب کے اُلٹ ہونے سے یہ صنعت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی تین اقسام ہیں:

الف) مقلوبِ کل: شعر میں دو ایسے الفاظ کی موجودگی جن کے حروف کی ترتیب بالکل اُلٹ ہو جیسے "فرط" اور "طرف"، "مان" اور "نام" وغیرہ۔

ب)مقلوبِ بعض: شعر میں موجود دوالفاظ کے بعض حروف کی ترتیب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جیسے "چلا" اور "چال"، "گلا" اور "الگ" وغیرہ۔

ج)مقلوبِ مستوی: اس صنعت کو مقلوبِ کل کی توسیع کہا جاسکتا ہے۔یعنی کلام کے کسی جزو، مصرعے یا شعر کو اُلٹ کر پڑھا جائے تو ہی عبارت حاصل ہو۔

اگرچہ اس صنعت کا استعمال محض لفظی شعبدہ بازی ہی لگتا ہے لیکن مبارک شاہ کے کلام میں اس صنعت کا بے ساختہ استعمال ایک فطری انداز لیے ہوئے ہے:

☆ ـــــ اگر زینہ ہٹا کر اس بلندی سے اُتر جائیں

تو پستی گرا دیں ـــــ [مدارِ نارسائی میں ص49]

("اگر" اور "گرا")

☆ ـــــ مگر کھیل تیار تھا

جب کھلی روشنی میں نگاہیں مری [مدارِ نارسائی میں ص49] ("کھیل" کے آخری دو حرف اُلٹیں تو "کھلی" بن جاتا ہے۔)

☆ ـــــ جنہوں نے ایک پل رُکنا تو کیا تم کو پلٹ کر بھی نہیں تکنا ـــــ [176] ("ایک" "او" "کیا")

تجنیس ایک اہم لیکن کم یاب صنعت ہے۔ علم بیان و بدیع کی مختلف کتب میں یہ بات نہایت وثوق سے لکھی گئی ہے کہ تضاد اور مراعاۃ النظیر ایسی دو صنائع ہیں جو ہر شاعر کے ہاں کثرت سے ملتی ہیں۔ ان دو صنائع کے علاوہ کسی ایک صنعت یا اس کی مختلف اقسام کا ایک شاعر کے ہاں اور ایک ہی شعری مجموعے میں اس قدر فراوانی سے پایا جانا یقیناً حیرت انگیز ہے۔ سیّد مبارک شاہ کے کلام میں صنعتِ تجنیس کہیں بھی اس کی روانی کو متاثر کرتی نظر نہیں آتی اور نہ ہی کہیں یہ محسوس ہونے پاتا ہے کہ اس صنعت کا استعمال انہوں نے شعوری طور پر کثرت سے کیا ہے۔ یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سیّد مبارک شاہ کے ایک ہی شعری مجموعے میں موجود صنعتِ تجنیس کی متعدد مثالیں نہ صرف اس صنعت سے ان کے مزاج کی ہم آہنگی کو ثابت کرتی ہیں بلکہ اردو زبان و ادب میں اس صنعت کے وجود کو مستحکم کرنے کا بھی باعث ہیں۔

حوالہ وحواشی

1۔ نجم الغنی، "بحر الفصاحت"، (لاہور: مقبول اکیڈمی چوک انار کلی، 1989ء)، ص892

2۔ عاصم ثقلین درانی، ڈاکٹر، "ارتباطِ حرف و معنی"، (لاہور: فکشن ہاؤس 2015ء)، ص45،44

3۔ جہانگیر اردو لغت، (لاہور: جہانگیر بکس، س-ن)

4۔ محمد ارشد، "مدارِ نارسائی میں کا تجزیاتی مطالعہ"، مقالہ برائے ایم۔اے اردو واقبالیات، گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج بہاول پور، ص02

5 . احمد فراز، "کلیاتِ فراز"، (لاہور: ماورا پبلشرز، س ن)، ص۸۹۷

6. ایضاً، ص442

7 . ایضاً، ص896

8۔ خدیجہ شجاعت علی، ترجمہ "سہل حدائق البلاغت"، ص108

9۔ محمد ارشد، "مدارِ نارسائی میں "کا تجزیاتی مطالعہ"، ص50

10۔ نجم الغنی، "بحر الفصاحت"، ص902

11۔ احمد فراز، "کلیاتِ فراز"، ص896